AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783

https://aljamei.com/index.php/ajrj

مبادیاتِ تصوف کا علمی و تحقیقی مطالعہ

A Scholarly and Analytical Study of the Fundamentals of Sufism

Dr. Muhammad Akram
Assistant Professor, Government College of Technology, Pindi Bhattian, Hafizabad
akramfqchfd@gmail.com

Muhammad Saad
Visiting Lecturer, Government College University Faisalabad, Hafizabad Campus
saadrasheed101@gcuf.edu.pk

Abstract

This study offers a scholarly and analytical exploration of the foundational concepts of Sufism, examining its intellectual, spiritual, historical, and socio-ethical dimensions. As a doctrinal discipline, Sufism stands firmly upon the principles of Divine Unity (Tawḥīd) and the finality of Prophethood, while its historical continuity resembles the uninterrupted transmission of ḥadīth extending from contemporary times back to the era of the Prophet ﷺ. From an intellectual perspective, the theological debates surrounding waḥdat al-wujūd and waḥdat al-shuhūd constitute central discussions that shaped Sufi metaphysics. Sufism also embodies a scientific orientation insofar as it seeks access to the Absolute Reality through reflection upon the signs of God in the horizons and within the self, though its epistemic method differs from empirical science: the scientific approach is inferential and experimental, whereas Sufism relies on unveiling (kashf), spiritual experience, and divine inspiration. Socially, Sufism aims at moral refinement, character building, and the attainment of worldly and spiritual well-being. Its ultimate purpose is the pursuit of Divine pleasure through worship, purification, and service to humanity. The subject matter of Sufism includes the purification of the self (tazkiyat al-nafs), purification of the heart (taṣfiyat al-qalb), and illumination of the spirit (tajalliyat al-rūḥ). Over time, great scholars and spiritual masters developed distinct Sufi orders, analogous to the formation of legal schools in Islamic jurisprudence. Sufi terminology emerged to preserve esoteric meanings, while ecstatic utterances (shaṭaḥāt) were understood as expressions arising from states of spiritual absorption. The primary sources of Sufism

remain the Qur'an, the Sunnah, and the spiritual states of the Companions and Successors, while its essential elements include initiation (bayʿah), the spiritual guide (shaykh), the disciple (murīd), and the khānqāh as a center of training. Overall, Sufism presents a holistic framework that integrates metaphysics, spirituality, ethics, and social responsibility in the pursuit of proximity to God.

Keywords: Sufism, Divine, Spirituality, Qur'an, Sunnah, Ethics

تمہید

تصوف علمی و فکری، نظریاتی و عملی، تاریخی و سائنسی اور سماجی و معاشرتی ہمہ گیر جہات پر مشتمل علم و فن ہے۔ نظریاتی اعتبار سے توحید باری تعالیٰ اور ختم نبوت کا نقیب ہے اور تصوف کے مقاصد خشیت و تضرع کے ساتھ عبادت الٰہی اور خدمت خلق ہے۔ تصوف کا موضوع انسان کے نفس کا تزکیہ، قلب کا تصفیہ اور تطہیر روح سے عبارت ہے۔ تاکہ قلب انسانی کو نور الٰہی سے روشن کیا جائے تاکہ یاد الٰہی کا مرکز بن جائے۔ مبادیات تصوف کی ایک اہم کڑی سلاسل تصوف ہے۔ فقہہ کی طرح چار سلاسل صوفیہ کو شہرت دوام ملی۔ سند حدیث کی مثل سلاسل تصوف عصر حاضر سے عہد رسالت تک متصل ہیں۔ شطحیات صوفیہ کو بھی میزان شریعت پر پرکھ کر ردو قبول کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اصطلاحات صوفیہ تصوف کے اسرار و رموز ہیں۔ حال صفائے اذکار کے ساتھ باطن میں وارد ہوتا ہے۔ اور زائل نہیں ہوتا۔ مقام وہ آداب ہیں جن کے ذریعے بندہ کسی منزل کو حاصل کرتا ہے۔ تعلیمات صوفیہ میں علم، توحید، تقوی، حسن خلق اور خدمت خلق کو بنیادی اقدار تعلیمات کا درجہ حاصل ہے۔ مصادر تصوف کی بنیاد قرآن و سنت پر رکھی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے احوال کا حصول تصوف کہلاتا ہے۔ تصوف میں بیعت، شیخ اور مرید تصوف کے عناصر ثلاثہ ہیں۔ مبادیات تصوف چند امور پر مشتمل ہیں۔ جہات تصوف، مقاصد تصوف، موضوع تصوف، سلاسل تصوف، شطحیات صوفیہ، اصطلاحات تصوف، احوال صوفیہ، مقامات صوفیہ، تعلیمات صوفیہ، مصادر تصوف اور عناصر تصوف شامل ہیں۔ آئندہ سطور میں ان امور پر بحث کی جاتی ہے۔

مقاصد تصوف

صوفیہ کی تعلیمات کا لبِ لباب عبادت الٰہی اور خدمت خلق ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہو، عبادت میں خلوص کے لیے تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور تجلیہ روح کے عناصر شامل ہیں صوفیہ نے محبت اور خوف کی کیفیت کے ساتھ اللہ تعالی کی عبادت کا حق ادا کرنے کی کوشش کی۔ سید یوسف تصوف کی مقصدیت عبادت کو یوں بیان کرتے ہیں:

> "تصوف در حقیقت وہ خالص دین اور اللہ تعالیٰ کے لیے اس صاف نیت کا نام ہے جو عبودیت کی تحقیق، ربوبیت کی تعظیم اور عمارت بوالحسن کی معارف، اسرار، رضا توکل، اخلاص سے استحکام اور عمارت ظواہر کی عبادت، تقوی، پرہیز گاری اور نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال اور احوال میں متابقت کی تکمیل کی اساس پر ہے۔"(1)

صوفیہ کے مقصد حیات، خدمت خلق کے بارے "مسلم ثقافت ہندوستان" میں رقم طراز ہیں:

> "صوفیہ چوں کہ مبطغین تھے انہیں کسی کی تکفیر و تفسیق سے واسطہ نہ تھا۔ وہ کسی کو برا نہ کہتے۔ سب اہل اسلام کو بلا امتیاز مذہب و ملت "خدا کا کنبہ" سمجھتے۔ باہم اختلافات کو ہوا دینے کی بجائے مشترک مالوفات کی تلاش میں رہنے اور سب

کو عرفان الٰہی کی تعلیم دیتے۔ اس لیے ان کے دروازے ہر کس وناکس پر کھلتے رہتے تھے۔ ان کے درباروں میں برہم اور اچھوت کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ وہ امن وآشتی اور مساوات انسانی کی تلقین کرکے اسلام کے اصول اساسی کو تقویت پہنچاتے اور ان کی مقدس زندگیوں کے اثر سے عوام کو اسلام کی طرف کشش ورغبت ہوتی "۔(2)

موضوع تصوف

تصوف کا موضوع تذکیہ نفس ہے جیسے احسان اور اصلاح انسان اور فوزوفلاح کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ تعمیر انسانیت تین چیزوں پر مشتمل ہے نفس، قلب اور روح تینوں چیزوں کا حسب ذیل مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالی نے اچھائی اور برائی کا مادہ فطری طور پر انسان کی طبیعت میں رکھ دیا ہے۔ نفس انسان کو اچھائی یا برائی کی طرف مائل کرتا ہے۔ اسی نفس کی اصلاح کے لیے انبیاء اور رسل کو مبعوث کیا گیا۔ آسمانی کتب اور صحائف کا نزول ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے عقل میں ایسی قوت رکھی ہے جو بری چیزوں کو اچھی چیز سے ممتاز کرتی ہے اور خبیث چیز کو طیب چیزوں سے اور گناہوں کی برائی کو اور عبادات کے حسن کو بیان کرتی ہے۔ اللہ تعالی نے انسان کو عقل کے ذریعے اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کرنے کا حکم دیا گیا۔ قرآن کریم کی سورۃ الشمس میں حکم ہوا۔

"قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ د سّٰھَا۔ (3)

جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کرلیا وہ کامیاب ہوگیا اور جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ کرلیا وہ ناکام ہو گیا۔"

صوفیہ کا مطمع نظر نفس کا تذکیہ کرنا ہے۔ صوفیہ نے نفس کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ نفس امارہ، نفس لوامہ، نفس مطمنہ۔

نفس امارہ

یہ نفس لذتوں اور شہوتوں کا حکم دیتا ہے۔ تمام برائیوں کا ماوی اور اخلاق مذمومہ کا منبع ہے سورۃ یوسف میں نفس امارہ کے بارے میں حکم ربانی ہے۔

"اِنَّ النفس لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوَ ءِ۔ (4)

بے شک نفس امارہ برائی کا حکم دیتا ہے۔"

اس نفس کو برائی سے روکنے کا حکم ہے۔ صوفیہ یہی فریضہ سرانجام دیتے ہیں حکم ربانی ہے۔

"ونھی النَّفْسَ عَنِ الھَوٰی (5)

اور جس نے نفس کو خواہش سے روکا۔"

نفس لوامہ

جب ظلمت اور غفلت کی بدولت کوئی برا کام ہو جاتا ہے تو نفس اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے اس برائی سے توبہ کرتا ہے۔ اسے نفس لوامہ کہتے ہیں۔ سورۃ قیامت میں اس کا ذکر ہے۔

وَلَاۤ اُقسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّ مَۃِ (6)

اور ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں۔"

نفس مطمئنۃ

یہ نفس مذموم صفات سے خالی اور اخلاق محمودہ سے متصف ہوتا ہے اور عقل کے نور سے منور ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتا ہے۔ قرآن کریم کے تیسویں پارے میں اس کا ذکر آیا ہے۔

"یٰاَ یَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَءِنَّۃُ۔ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْ ضِیَّۃً ۔(7)

اے مطمئن روح تو اپنے رب کی طرف لوٹ جا۔ اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہو وہ تجھ سے راضی ہو"۔

صوفیہ کا مقصد انسان کے نفس کو نفس مطمئنہ بنانا ہے تا کہ نزاع کے وقت جب بندہ مومن کی روح کو قبض کیا جائے بندہ اللہ سے راضی ہو اور اللہ بندے سے راضی ہو۔

قلب

تعمیر انسانیت کا دوسرا عنصر قلب ہے۔ تصوف کا موضوع انسان کے قلب کا تصفیہ ہے۔ ذکر الٰہی سے قلب کو صاف و شفاف اور منور کیا جائے۔ صوفیہ کا موضوع قلب کو زندہ کرنا اور یاد الٰہی میں مستغرق رکھنا ہے۔ قلب کے بارے رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے۔ "نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ سنو جسم میں گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا ہے اگر وہ ٹھیک ہو تو پورا جسم ٹھیک رہتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے اور یاد رکھو وہ گوشت کا ٹکڑا قلب ہے۔(8) صوفیہ نے قلب کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے قلب منیب، قلب سلیم اور قلب شہید۔

قلب منیب

اس قلب میں فطری طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کا مادہ موجود ہوتا ہے۔ قلب منیب کے حامل مسلمان کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ سورۃ ق میں حکم آیا۔

مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَجَآ ءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبِ۔ نِ ادْ خُلُوْھا بِسَلٰمٍ۔(9)

جو بن دیکھے اللہ سے ڈرتا رہا اور (اللہ کی طرف) رجوع کرنے والا دل لایا وہ جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جائے گا۔

صوفیہ کے نزدیک وہ قلب جو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور جو اپنے نفس کی خواہشات کو ترک کرنے والا ہو اللہ تعالیٰ کے جلال سے ڈرتا ہو اور اس کی کبریائی کا عارف ہو وہ قلب منیب ہے۔

قلب سلیم

یہ قلب اللہ تعالیٰ کی محبت و عشق میں سرشار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی دوری پیدا کرنے والی چیزوں سے نجات حاصل کر چکا ہوتا ہے۔ سورۃ الصافات میں قلب سلیم کے بارے حکم آتا ہے۔

اِذْجآ ءَ رَبَّہٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ۔ (10)

وہ قلب سلیم کے ساتھ اپنے رب کے سامنے حاضر ہوئے"۔

اس آیت کی تفسیر علامہ غلام رسول سعیدی نے یوں لکھی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ (سیدنا ابراہیمؑ) جتنا عرصہ زندہ رہے ان کا دل گناہوں کے میل کچیل سے بالکل پاک اور صاف تھا ان کے دل میں شرک تھا نہ توحید کے متعلق کوئی شک تھا۔ نہ کسی کے خلاف کینہ اور حسد تھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ وہ لوگوں کے لیے اسی چیز کو پسند کرتے تھے جس کو اپنے لیے پسند کرتے تھے اور تمام لوگ ان کے ضرر اور زیادتیوں سے

سلامت اور محفوظ تھے۔(11)

قلب شہید

وہ قلب ہے جس کے ساتھ بندہ مومن کو حضوری قلب کی نعمت حاصل ہو۔ ایسا قلب جو سننے والا اور متوجہ ہو کر مشاہد کرنے والا قلب ہے قرآن کریم میں اس قلب کے بارے ذکر ہے۔

اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهُ قلبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ۔(12)

بے شک اس (قرآن) میں اس کے لیے ضرور نصیحت ہے جو صاحب دل ہو یا جو ذہن حاضر کر کے کان لگائے۔

یہ وہ قلب ہے جو آخرت کے افکار میں مستغرق رہتا ہے ہر وقت دین داری کے کاموں میں مصروف رہتا ہے۔ اس قلب کی بدولت اس بندہ مومن کو اللہ اپنی تجلیات کا مشاہدہ کرواتے ہیں۔ امام قرطبی نے یحیٰ بن معاذ کے حوالے سے انسان کے دو قلب بیان کیے ہیں۔ ایک وہ قلب ہے جو دنیا کے اشغال میں منہمک رہتا ہے حتی کہ جب اس کے سامنے آخرت کا کوئی معاملہ آئے تو اس کو پتا نہیں چلتا کہ وہ کیا کرے۔ اور دوسرا قلب وہ ہے جو آخرت کے افکار میں مستغرق رہتا ہے حتی کہ جب اس کے سامنے دنیا کے متعلق کوئی معاملہ پیش آجائے تو وہ سمجھ نہیں پاتا کہ اس کے متعلق کیا کرنا چاہیے۔(13)

روح

تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور تیسری چیز تجلیہ روح ہے تصوف کا موضوع روح کی فطری انداز میں اس طرح تربیت کرنا ہے کہ وہ جسم انسانی میں خوش و خرم رہے کثافت اور آلودگی کے باعث قرب الٰہی کی طرف پرواز سے قاصر رہتی ہے اس کو روحانی معراج کے لیے عبادت کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم میں روح کے بارے حکم آیا۔

وَيَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِرَبِّی۔ (14)

اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔

روح کی تعریف کے متعلق علامہ غلام رسول سعیدی کا کہنا ہے کہ روح ایک ایسا جسم ہے جس کی ماہیت اس جسم محسوس کی مخالف ہے وہ جسم نورانی علوی خفیف ہے زندہ ہے متحرک ہے جو تمام اعضاء میں نفوذ کرتا ہے اور اس کا ان اعضاء میں اس طرح حلول ہے جس طرح پانی کا گلاب میں حلول ہے اور تیل کا زیتوں میں اور آگ کے انگارے میں حلول ہے اور جب تک اس جسم لطیف کا ان اعضاء میں حلول رہتا ہے ان اعضاء سے حس اور حرکت ارادیہ کے آثار ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور جب اخلاط غلیظہ کے غلبہ سے یہ اعضاء فاسد ہو جائیں اور حس اور حرکت ارادیہ کے آثار قبول نہ کر سکیں تو روح بدن سے نکل جاتی ہے اور عالم ارواح کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔(15)

روح عالم امر سے ہے جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ عالم امر وہ ہے جس میں اللہ تعالی کسی چیز کو مادہ کے بغیر صرف لفظ کن سے پیدا کرتا ہے۔ اس کی پرواز کو آسان بنانے کے لیے صوفیہ عبادت اور مجاھدے کے راستے اختیار کرتے ہیں۔ ابو نصر سراج نے روح کے بارے میں اہل حق کے نظریے کو یوں بیان کیا ہے کہ جہاں تک روح کے بارے میں اہل حق کے نظریے کا تعلق ہے تو ان کے مطابق تمام ارواح مخلوق ہیں۔ وہ اللہ کے امور میں سے ایک امر ہے ان کے اور اللہ کے درمیان کوئی ناطقہ اور تعلق نہیں۔ سوا اس کے کہ وہ اس کی مملکت میں سے ہیں۔ اس کے تابع فرمان ہیں۔ مسلسل اس کے قبضہ قدرت میں ہیں۔(16)

سلاسل تصوف

مبادیات تصوف میں ایک اہم کڑی سلاسل تصوف ہے۔ دبستان فقہہ کی طرح تصوف نے بھی ایسے نابغہ عصر رجال اور عبقری شخصیات کو جنم دیا جن کی فقاھت، تدین، اجتہاد، استنباط، استدلال اور قابلیت وصلاحیت کو زمانے نے تسلیم کیا۔ انہوں نے اپنی فکر سے تصورات و نظریات اخذ کر کے نئے مسلک کو جنم دیا۔ ان کے طرق، اورادو اذکار اور وظائف کی بدولت نیا سلسلہ قائم ہوا۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے نیا سلسلہ کے وجود میں آنے کے سبب کو بیان کیا ہے۔

> مریدوں وطالبوں کی ایک کثیر جماعت اس بزرگ کے ارد گرد جمع ہو جاتی ہے اور یہ بزرگ باطن کی تہذیب اور اس کی اصلاح کے لیے اورادواشغال کو نئے سرے سے ترتیب دیتا ہے یہاں سے اس بزرگ کے خانوادہ طریقت کی بنیاد پڑتی ہے اور لوگ اس مسلک پر چلنے لگتے ہیں۔ اس خانوادے کی تاثیر وبرکت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ طالب اور مرید بہت جلد اس مسلک کے ذریعے اپنی مراد کو پہنچ جاتے ہیں۔(17)

ہر دور میں کسی نہ کسی صوفی کی فکر کے مطابق سلسلہ قائم رہا۔ ہر عہد میں ایک سے زائد سلاسل، تصوف میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ پرانے ختم اور نئے سلسلے قائم ہوتے رہے لیکن چار سلاسل کو دوام حاصل ہوا۔ سید علی ہجویری کے دور میں 12 بارہ سلاسل موجود تھے۔ انہوں نے دس کو مقبول اور دو گروہوں کو مردود قرار دیا ہے۔ سید علی ہجویری کے نزدیک دو گروہ مردود ہیں ایک گروہ ابی حلمان کا اور دوسرا گروہ حلاجی ہے۔ حلمان کا تعلق دمشق کے ساتھ اور حلاجی کا تعلق فارس کے ساتھ ہے۔ پہلے گروہ کا نظریہ حلول جب کہ دوسرے گروہ کا نظریہ ترک شریعت ہے جو الحاد ہے۔(18)

سلسلہ خواجگان

سید علی ہجویری کے دور کے بعد چار سلسلوں کو دوام حاصل ہوا۔ آج بھی یہ چار سلسلے عوام وخواص میں مقبول ہیں ان سلاسل میں ایک سلسلہ خواجگان ہے جس کی بنیاد خواجہ محمد عطایسوی نے ترکمانستان میں رکھی۔ اس سلسلے کے بارے خلیق احمد نظامی رقم طراز ہیں۔

> خواجہ اتاؒ اور خواجہ عبدوانیؒ نے اس سلسلے کو فروغ دینے کے لیے بڑی کوششیں کیں لیکن اس کو مقبول بنانے کا شرف خواجہ بہاوالدین نقش بند1388، کے لیے ہو چکا تھا۔ ان کے بعد یہ سلسلہ نقش بندیہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔(19)

بعد ازاں یہ سلسلہ خواجگان سے نقشبندیہ کے بعد مجددیہ کہلانے لگا۔ اس کی وجہ تسمیہ کے بارے ڈاکٹر حفیظ الرحمن کا کہنا ہے کہ کئی نسلوں کے بعد یہ سلسلہ ہندوستان میں 1603 میں خواجہ باقی باللہ کے توسط سے آیا۔ اس سلسلہ کو خواجہ باقی باللہ کے خلیفہ شیخ احمد مجدد الف ثانی (1624ء) نے ہندوستان میں خاص طور پر پھیلایا۔ جن کے نام سے یہ سلسلہ "مجددیہ سلسلہ" کے نام سے مشہوا ہوا۔(20)

سلسلہ چشتیہ

اس سلسلے کی بنیاد شیخ ابو اسحاق شامی نے رکھی اور اسے شہرت دوام خواجہ معین الدین چشتی نے دی۔ اس سلسلے کے بارے خلیق نظامی لکھتے ہیں کہ چشتیہ سلسلہ کی داغ بیل تو شیخ ابو اسحاق شامی التوفی 940ء نے ڈالی تھی۔ لیکن اس کو پروان چڑھانے اور پھیلانے کا کام حضرت خواجہ معین الدین چشتی سجزیؒ (التوفی 1235ء) نے انجام دیا۔(21)

سلسلہ قادریہ

حضرت عبدالقادر جیلانی سے سلسلہ قادریہ کی شروعات ہوئی۔ سید سیف الدین کے توسل سے یہ سلسلہ ہندوستان پہنچا۔ قادریہ سلسلے کے بارے خلیق احمد نظامی نے لکھاہے کہ اس سلسلہ کی شروعات شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی نے کی تھی۔ جن کا مزار بغداد میں ہے۔ انھوں نے اپنے دور حیات میں ہی اپنے متعدد مریدوں کو تعلیم وتربیت سے آراستہ وپیراستہ کر کے مختلف اسلامی ممالک میں اپنا خلیفہ بناکر بھیجا جس کا عروج روز بروز ہوتا چلا گیا۔ ان کے بڑے فرزند سیدنا سیف الدین عبدالوہاب جیلانی حضرت خواجہ غریب نواز کے ہمراہ ہندوستان آئے۔ جن کا مزار اقدس درگارہ بڑے پیر کے نام سے ناگور شریف میں ہے۔(22)

سلسلہ سہروردیہ

اس سلسلہ کے موسس اول شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب ہیں جب کہ موسس ثانی شیخ شہاب الدین سہروردی ہیں۔ شیخ اکرام نے اپنی کتاب "آب کوثر" میں سلسلے کا تعارف یوں پیش کیا ہے کہ سہروردی سلسلے کے بانی شیخ ابوالنجیب سہروردی کے بھتیجے اور خلیفہ اکبر بلکہ سلسلے کے بانی ثانی تھے"(23)خلیق احمد نظامی نے "تاریخ مشائخ چشت" میں سلسلہ کی ترویج و اشاعت کے لیے شہاب الدین سہروردی کی خدمات کو بیان کیا ہے۔اس سلسلہ کی سب سے زیادہ مشہور بزرگ شخصیت حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ المتوفی 234ھ ہیں۔ انہوں نے اس سلسلہ کی ترویج و اشاعت بڑی محنت سے کی تھی اور اپنی مشہور کتاب عوارف المعارف میں خانقاہی نظام کے متعلق پوری تفصیلات درج کردی تھیں۔ ہندوستان میں انھوں نے بہت سے مرید بھیجے تھے۔ مشہور ہے کہ انھوں نے فرمایا، خلفائی فی الھند کثیرہ، ہندوستان میں میرے کافی خلفاء ہیں۔(24)

شطحیات صوفیہ

لغت عرب میں شطح کے معانی حرکت ہے جیسے کہاجاتا ہے۔ شطح یشطح یعنی حرکت کرنا اور آٹے کے گودام کو مشطاح کہتے ہیں۔ وہ کلمات جو صوفیہ کی زبان سے غلبہ حال، مستی شوق ووجد میں بے اختیار زبان پر آجاتے ہیں۔ بظاہر شریعت کے خلاف ہوتے ہیں۔ مگر حقیقت میں کسی باطنی کیفیت کا اشارہ ہوتے ہیں۔ شطح کی جمع شطحیات ہے۔ شطع سے مراد صوفیہ سے حالت وجد و مستی کی انتہائی کیفیت میں صادر ہونے والی عجیب و غریب عبادات ہیں۔ شطع کے بارے میں ابو نصر سراج الطوسی نے "کتاب اللمع فی التصوف" میں یوں بیان کیا ہے:

> شطح کی کیفیت تو ایسی ہوتی ہے جیسا کہ کسی تنگ نہر میں جب پانی چھوڑ دیا جائے تو پانی اس کے کناروں سے باہر نکل پڑے۔ تو ایسے میں کہا جاتا ہے شطع الماء فی النھر۔ اسی طرح ایک مبتدی صوفی جو بحالت وجد اپنے وجد کو اس قدر قوی پاتا ہے کہ وہ اپنے قلب پر وارد ہونے والے انوار حقائق کے غلبہ کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ تو یہ انوار اس کی زبان پر پھیل جاتے ہیں اور وہ ان کے بارے میں ایسی عجیب و غریب اور پیچیدہ گفتگو کرتا ہے کہ سننے والے کی سمجھ سے بالاتر ہوتا ہے یا وہ لوگ اسے سمجھتے ہیں جو اس کا علم رکھتے ہیں۔ اس بناپر ایسا کلام اہل اصلاح کے ہاں شطح کہلایا جائے گا۔(25)

شطحیات کا حکم

صوفیہ نے اپنی تصوف کے مصادر کی قرآن و سنت پر بنیاد رکھی ہے۔ وہ شطحیات پر بھی شرعی احکامات وارد کرتے ہیں۔ بعض شطحیات ان کے نزدیک کفر اور بعض بدعت ہیں۔ اور بعض صحیح ہیں۔ ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی شطحیات کے حکم کے بارے اپنی تحقیق بیان کرتے ہیں:

> محتاط صوفیہ شطحیات کو نہ رد کرتے ہیں اور نہ قبول کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں ایسے الفاظ کا زبان پر لانا اگر بلا اختیار اور

بغیر قصد ایسا کہا جائے تو نہ کفر ہے نہ بدعت اور اگر بغیر غلبہ اور بغیر تاویل کے ایسا کلمہ کہا جائے تو کفر ہے اور اگر ایسا کلمہ تاویل سے کہا جائے تو یہ بدعت ہے شطحیات کے حوالے سے حلاج، شبلی اور بایزید بسطامی کا ذکر صوفیانہ ادب میں عام ملتا ہے خاص طور پر منصور حلاج کا انا الحق کہنا تو خاصا مشہور ہے۔(26)

اصطلاحات تصوف

ایسی بات کو جو خاص علوم یا روحانی کیفیات سے متعلق ہوں اور جس کا ادراک تمام لوگوں کے لیے ممکن نہ ہو۔ مخصوص الفاظ و تراکیب کے ذریعے بیان کیا جاتا ہے۔ جنہیں اصطلاحات کہتے ہیں۔ ہر علم کی اصطلاحات ہوتی ہیں جو مخصوص معانی رکھتی ہیں۔ علم تصوف کی اصطلاحات بھی دیگر علوم کی طرح مخصوص ہیں۔ سید علی ہجویری نے "کشف المحجوب" میں اصطلاحات تصوف کو یوں بیان کیا ہے:

> اہل صفت اور ارباب معاملہ کے پاس باہمی رموز بیان کرنے کے لیے ایسے مخصوص الفاظ اور اصطلاحات ہوتی ہیں جن کا مطلب اس کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔ یہ عبادات اور اصطلاحات اس لیے وضع کی جاتی ہیں۔ کہ بات اچھی طرح سمجھائی جا سکے اور مشکل چیز آسان ہو کہ مرید پر واضح ہو سکے ایک اور مقدمہ یہ بھی ہوتا ہے کہ راز کی چیزیں نااہل لوگوں سے چھپائی جا سکیں۔(27)

اصطلاحات کی غرض وغایت

ان الفاظ کی غرض و غایت اسرار و رموز کو مخفی رکھنا ہے تاکہ عامۃ الناس نا سمجھی کے فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ ان اصطلاحات کی غرض و غایت امام قشیری نے "رسالہ قشیریہ" میں بیان کیا ہے کہ ان الفاظ کے ذریعے مخاطب کو سمجھانا آسان ہوتا ہے یا اس طبقہ کے لوگوں کا ان کے معانی سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ اپنے درمیان یہ مخصوص الفاظ اس لیے استعمال کرتے ہیں کہ وہ ان کے معانی سمجھ لیں اور ان لوگوں پر وہ غیر واضح اور پوشیدہ رہیں۔ جو طریقت میں ان سے اختلافات رکھتے ہیں تاکہ ان کے الفاظ کے معانی اجنبی لوگوں پر مبہم رہیں۔ وہ لوگ اس بات پر غیرت کرتے ہیں کہ غیر اہل لوگوں میں ان کے اسرار و رموز پھیل جائیں۔(28)

اظہار اصطلاحات تصوف

اہل تمکین اصلاحات تصوف کے استعمال میں محتاط و محترز رہتے ہیں جیسا کہ غیر اہل تمکین اپنے مشاہدات کو بیان کر دیتے ہیں اصطلاحات تصوف کے اظہار کے بارے ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی "تصوف اور تصورات صوفیہ" میں لکھتے ہیں:

> وہ صوفیہ جو صاحب تمکین ہوتے ہیں وہ متصوفانہ اصطلاحات کے استعمال میں محتاط ہی نہیں بلکہ محترز بھی ہوتے ہیں۔ وہ اپنی واردات روحانی کو اپنے تک محدود رکھتے ہیں ان کے بیان کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور اگر کچھ بیان کرتے ہیں تو شریعت کی حدود میں رہ کر نہایت احتیاط کے ساتھ زبان پر لاتے ہیں۔ تاکہ لوگ ان کی باتوں کے غلط معانی نہ لیں۔ وہ صوفیہ جو اہل تمکین نہیں ہوتے وہ اپنے مشاہدات، مکاشفات اور روحانی کیفیات خاص لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔ جنہیں اصطلاحات تصوف کہا جاتا ہے۔(29)

چند اصطلاحات تصوف حسب ذیل ہیں: صحو، سکر، تفرقه، حضور، غيبت، فنا، بقا، تفريد، تجديد، حيرت، تحير، شاہد، مشهود، موجود، حال، مقام، اشاره، رمز، مريد، مراد، قبض، بسط، اسم، رسم، وسم، وصل، فصل، اصل،

حجاب، ازل، ابد، تجلی، تلوین۔

احوال صوفیہ

صفا اذکار میں سے جو کچھ کیفیات دلوں میں جا گزیں ہوتی ہیں یا دل میں مقام اختیار کرتے ہیں احوال کہلاتے ہیں۔ تصوف میں کیفیت قلبی اگر عارضی ہو تو حال ہے حال کو حال اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ بدلتا رہتا ہے وہ کیفیت ہے جو سالک کو ادنی مقام سے اعلی مقام پر پہنچاتی ہے۔ احوال حال کی جمع ہے صوفی کے قلب پر رحمت الہیٰ سے وارد ہوتا ہے اسے صوفی کا حال کہتے ہیں۔ ابو نصر سراج الطوسی نے کتاب "اللمع فی التصوف" میں حال کی تعریف یوں بیان کی ہے:

> ایک ایسی واردات قلبی جو بندے پر ایک خاص وقت میں وارد ہوتی ہے۔ پھر دل میں قرار پکڑتی ہے جب کہ دل میں رضا اور سب کچھ اللہ کے سپرد کردینے کی صفات موجود ہوں۔ سالک اس کے لیے صفاء باطن پیدا کرتا ہے اور پھر یہ حال زائل ہو جاتا ہے۔ جنید علیہ الرحمۃ کے مطابق حال کی تعریف یہ ہے کہ حال صفائے اذکار کے ساتھ باطن میں وارد ہوتا ہے اور زائل نہیں ہوتا۔ اگر زائل ہو جائے تو حال نہیں کہلاتا۔(30)

طریق احوال

حال ریاضت وعبادت کی مشقت کی بجائے مراقبہ، ضرب اوریقین سے حاصل ہوتا ہے۔ ابو نصر سراج الطوسی نے احوال ومقامات کی بحث میں لکھا ہے کہ حال، مجاھدات، ریاضیات اور عبادات کے طریق پر نہیں ہوتا بلکہ وہ مراقبہ، ضرب، محبت، خوف، شوق، انس، طمانیت، مشاہد اور یقین وغیرہ کی طرح ہے۔(31) حال کے دو درجے ہیں۔

- حال انتباہ۔
- حال بیداری۔

حال انتباہ برائیوں سے روکنے والی کیفیت کو حال کہتے ہیں۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے "عوارف المعارف" میں حال انتباہ کی یوں وضاحت کی ہے۔ ان کے مطابق "باطن ایک روحانی کیفیت ہے جس کا کام زجر کرنا (برائی سے روکنا) ہے یہ اللہ تعالی کی عنایت ہے توبہ کرنے کیلئے زجر کا وجود لازم ہے زجر کے ذریعے انزجار (یعنی باز آجائے) کے بعد طالب حق پر انتباہ (خبردار بیدار ہونا) کا حال طاری ہو جاتا ہے۔ اس کی ترتیب یوں ہوئی۔ پہلے زجر ہے پھر انزجار ہے اور اس کے بعد انتباہ"۔(32)

حالِ بیداری کی وضاحت یہ ہے کہ راہ نجات کے مشاہد کے بعد راہ سلوک کے ظاہر ہونے کا نام بے داری ہے۔ شہاب الدین عمر نے "عوارف المعارف" میں حال بیداری کا ذکر کیا ہے۔ "شیخ فارس فرماتے ہیں کہ سب احوال میں سے فاصل حال، حال بیداری اور حصول عبرت (اعتبار) ہے راہ نجات کے مشاہد کے بعد راہ سلوک کے ظاہر ہونے کا نام بیداری ہے۔ یہ بھی مذکور ہے کہ جب حال بیداری صحیح ہو جائے تو صاحب حال توبہ کی راہ میں ابتدائی مرحلے پر ہوتا ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ پرہیز گاروں کے دلوں کے لیے بیداری اللہ کی طرف سے ایک نشانی ہے جو انھیں توبہ کی راہ دکھاتی ہے۔ بیداری کے حال کی جب تکمیل ہو جائے تو اسے مقام توبہ کی طرف منتقل کر دیا جاتا ہے۔ بحر حال یہ تین حالیتں ہیں جو توبہ سے پہلے رونما ہوتی ہیں"۔(33)

مقامات صوفیہ

مقامات کسبی ہوتے ہیں۔ مقام سلوک کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے جو سالک کی استقامت کا محل بن جاتا ہے۔ میدان تصوف میں سالک کی پرواز کی منزل کا نام مقام ہے۔ امام قشیری "رسالہ قشریہ" میں مقام کا معانی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> اور مقام (مصدر) اقامت کے معنی میں ہے جس طرح مدخل میم پر ضمہ ادخال کے معنی میں اور "مخرج" اخراج کے معنی میں ہے۔ اور کسی شخص کا کسی مقام پر اترنا اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب اسے اس بات کا مشاہد ہو جائے۔ کہ اللہ نے اسے اس مقام پر کھڑا کیا ہے اس کی حالت صحیح قاعدہ پر قائم ہو۔(34)

مقام وہ آداب ہیں جن کے ذریعے بندہ کسی منزل کو حاصل کرتا ہے ابونصر سراج الطوسی نے مقام کی تعریف یوں کی ہے:

مقام کی خصوصیت ہے کہ بندہ اپنے مخصوص احوال میں اس پر فائز ہوتا ہے جیسے صابرین، متوکلین جو کہ بندے کا ظاہری و باطنی مقام ہے اس کے مجاہدات و معاملات اور ارادات کے مطابق جب بندہ کسی حال میں مکمل ہو تو وہی اس کا مقام ہوتا ہے جس سے وہ اگلے مقام کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے۔(35)

شیخ ابوطالب مکی "قوت القلوب" میں نو مقامات بیان کیے ہیں۔ (۱) توبہ (۲) صبر (۳) شکر (۴) رجا (۵) خوف (۶) زھد (۷) توکل (۸) رضا (۹) محبت" (36) امام قشیری نے "رسالہ قشیریہ" میں مقام کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ صوفیہ کی اصطلاح میں ایک لفظ "مقام" ہے اور مقام وہ آداب ہیں جن کے ذریعے بندہ کسی منزل کو حاصل کرتا ہے وہ اس تک کسی عمل کے ذریعے پہنچتا ہے اور کچھ طلب کے ساتھ یہ مقام اس کے لیے ثابت ہوتا ہے اور وہ اسے تکلیف کے ذریعے حاصل کرتا ہے پس ہر ایک مقام وہ ہے جہاں وہ اس عمل کے ذریعے قائم ہے اور اس وقت وہ جس ریاضت کی مشق کر رہا ہے اس کی شرط یہ ہے کہ وہ جب تک ایک مقام کے احکام پورے نہ کرے دوسرے مقام کی طرف نہ جائے۔ (37)

تعلیمات تصوف

صوفیہ کی تعلیمات اسلامی اقدار، روایات اور اخلاقیات پر مشتمل ہیں۔ صوفیہ کے ہاں علم، توحید، تقوی، حسن خلق اور خدمت خلق کو بنیادی اقدار اور تعلیمات کا درجہ حاصل ہے۔ تعلیمات تصوف میں پہلی چیز علم ہے۔ تصوف کا دارومدار علم پر ہے۔ تمام امھات کتب تصوف میں علم کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے "عوارف المعارف" میں علم کی فرضیت اور اہمیت کو یوں بیان کیا ہے:

> "فرض وہ علم ہے جس کا چاہنا انسان کے لیے ضروری ہے تاکہ وہ دین کے حقوق ادا کر سکے۔ فضیلت میں وہ علم ہے جو ضرورت وحاجت سے زاہد ہو۔ اور اس کے ذریعے انسان کو فضیلت حاصل ہو۔ اس میں شرط یہ ہے کہ جو ضرورت یا حاجت سے زاید ہو وہ کتاب و سنت کے مطابق ہو۔ مگر جو علم کتاب و سنت کے مطابق نہ ہو۔ اس سے استفادہ نہ کیا جا سکے"۔(38)

ابونصر سراج الطوسی نے علم کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ علم قرآن، علم سنن وبیان اور علم حقائق ایمان اور ہر علم کے لیے ایک طبقے کا اختصاص کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

> "اس کے نیک بندوں کی تین قسمیں ہیں۔ محدثین، فقہاء اور صوفیہ اور ان ہی تین اقسام کے لوگوں کا تعلق "اولوا العلم قائماً

بالقسط" سے ہے جو کہ انبیاء کرام کے وارث ہیں۔ اسی طرح علوم کی بے شمار اقسام ہیں جن میں ایک علم دین ہے۔ جس کی تین اقسام ہیں۔ علم قرآن، علم سنن و بیان اور علم حقائق قرآن۔ اور یہی وہ علوم ہیں جو محدثین، فقہا اور صوفیہ میں متداول ہیں" (39)

صوفیہ کا تصور علم قرآن و سنت پر مبنی ہے۔ وہ قرآن و سنت سے متصادم علم کو الحاد قرار دیتے ہیں طریقت اور شریعت کو لازم ملزوم قرار دیتے ہیں۔ امام قشیری نے شریعت و حقیقت کو لازم و ملزوم قرار دیا ہے وہ شریعت کو بغیر حقیقت کے بے سود قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عبودیت پر قائم رہنے کا حکم دینا شریعت ہے۔ الوهیت کے مشاہدہ کو حقیقت کہتے ہیں۔ جس شریعت کی تائید حقیقت سے نہ ہو وہ غیر مقبول ہے اور جس حقیقت میں شریعت کی قید نہ ہو وہ حقیقت بھی غیر مقبول ہے۔ پس شریعت مخلوق کو مکلف بنانے کے کام آتی ہے اور حقیقت اس بات کی خبر دیتی ہے کہ اللہ تعالی مخلوق میں کس طرح تصرف کرتا ہے" (40)

صوفیہ کے ہاں عقل کی اہمیت بھی مسلمہ ہے۔ صوفیہ نے عقل کو روح کی زبان قرار دیا ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی "عوارف المعارف" میں عقل کی نسبت لکھتے ہیں کہ عقل کی حقیقت یہ ہے کہ عقل روح کی زبان اور بصیرت و دانائی کی ترجمان ہے۔ بصیرت روح کے لیے قلب کی مانند ہے۔ اور عقل کے لیے زبان ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالی نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا اور اس سے کہا آگے بڑھو۔ وہ آگے بڑھی پھر فرمایا لوٹ جا۔ وہ لوٹ گئی۔ پھر اس سے کہا بیٹھ جا۔ وہ بیٹھ گئی۔ پھر اس سے فرمایا بول تو وہ بولنے لگی۔ پھر فرمایا خاموش ہو جا وہ خاموش ہو گئی۔" (41)

توحید

صوفیہ کی تعلیم میں بنیادی چیز توحید ہے۔ صوفی کائنات کی ہر چیز میں اللہ تعالی کی وحدت کے جلوے دیکھتا ہے۔ تصوف کی تمام کتب میں عقیدہ توحید پر مدلل گفتگو کی گئی ہے۔ ابو نصر سراج الطوسی "کتاب اللمع فی التصوف" میں توحید کی حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں:

"حضرت جنید توحید کے بارے میں فرماتے ہیں۔ توحید یہ ہے کہ موحد پوری طرح اللہ کے کمال احدیت کے ساتھ اس کی وحدانیت کا یقین کرتے ہوئے یہ جان لے کہ اس کی ذات واحد ہے کہ نہ اسے کسی نے جنم دیا اور نہ اس نے کسی کو جنم دیا اور اس کے علاوہ تمام اضداد، امثال، اشباہ اور معبودوں کی مکمل نفی کرے۔ ایک موقع پر جنید بغدادی نے موضوع توحید پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا توحید ایک ایسا مفہوم ہے کہ جس میں تمام اشیاء ورسوم معدوم اور جملہ علوم ختم ہو کر رہ جائیں اور صرف اسی کے ذات لم یزل باقی رہ جائے" (42)

اہل تحقیق نے کہا ہے کہ اللہ کے واحد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو اس کی ذات کی تقسیم ہو سکتی ہے اور نہ ہی وہ اپنی ذات و صفات میں کسی کے مشابہ ہے اور نہ ہی اس کے افعال و مصنوعات میں کوئی اس کا شریک ہے۔ توحید کی تین اقسام ہیں۔ توحید الحق للحق، توحید الحق للخلق اور توحید الخلق للحق۔ توحید کے بارے امام قشیری "رسالہ قشیریہ" میں رقم طراز ہیں:

"توحید الحق للحق اس بات کا علم ہو کہ وہ اللہ ایک ہے اور اس کے بارے میں خبر دینا کہ وہ ایک ہے توحید الحق للخلق اللہ کا یہ بتانا ہے کہ اس کا فلاں موحد ہے اور اللہ بندے کی توحید کا خالق ہے۔ توحید الخلق للحق یہ ہے کہ بندے کو اللہ کے واحد ہونے کا علم ہو اور وہ اس کے بارے میں خبر دے کہ وہ ایک ہے"۔(43)

صوفیہ نے شرک جلی کے ساتھ شرک خفی کی بھی نفی کی ہے۔ ابونصر سراج "کتاب اللمع فی التصوف" میں "والذین ھم بربھم لایشرکون(44) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیت میں شرک سے مراد شرک خفی ہے اور یہ وہ شرک ہے جو بندے کے دل میں اپنی عبادات اور ریاضات کی طرف متوجہ ہو جانے اور ان کا عوض پانے کے خیال کی جگہ پکڑنے سے پیدا ہوتا ہے اور بندہ ایمان کی واضح صورت کا حامل ہونے اور یہ جانتے ہوئے کہ اللہ کے سوا کوئی نفع وضرر پہنچانے والا نہیں کے بعد بھی خیال مذکورہ کو دل میں جگہ دے تو وہ شرک خفی میں مبتلا ہو جاتا ہے"۔(45)

تقویٰ

تعلیمات تصوف میں تقوی کو بنیادی عنصر کی حیثیت حاصل ہے تصوف کی عمارت تقوی کے اصولوں پر قائم ہے۔ تقویٰ کے ذریعے نفس کا تذکیہ، قلب کا تصفیہ اور روح کی تجلیل و تنویر کی جاتی ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے "عوارف المعارف" میں تقویٰ کا ذکر یوں کیا ہے "کہ خالص ذکر کا وجود تقوی سے وابستہ ہے اور اسی تقوی کے ذریعے ذکر کا دروازہ کھلتا ہے۔ پرہیزگار پہلے اپنے اعضاء کو بری باتوں سے بچاتا ہے اس کے بعد وہ فضول اور بے کار باتوں سے روکتا ہے۔ پھر ضرورت کے تحت اس کے اقوال و افعال ظاہر ہوتے ہیں۔ اس مقام پر پہنچ کر اس کا تقوی باطن کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اسے برائیوں اور فضول باتوں سے بالکل محفوظ کر دیتا ہے۔ حتی کہ نفسانی باتوں سے بھی بچاتا ہے"۔(46)امام قشیری "رسالہ قشیریہ" میں تقوی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "پس تقوی تمام نیکیوں کا مجموعہ ہے۔ تقوی کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اللہ کی اطاعت کے ساتھ اس کے عذاب سے بچے کہا جاتا ہے (اتقی فلان بترسہ) فلاں شخص نے اپنی ڈھال کے ساتھ اپنا بچاؤ کیا۔ تقوی کی اصل شرک سے بچنا ہے پھر گناہوں اور برائیوں سے بچنا۔ اس کے بعد شبہات سے بچنا ہے اور اس کے بعد فضول باتوں کو ترک کرنا ہے"۔(47)

ابونصر سراج نے کتاب اللمع فی التصوف میں تقوی کے مفہوم کو یوں بیان کیا ہے کہ "صوفیہ کہتے ہیں جن امور کا حکم دیا گیا ہے ان کا بجالانا اور جن سے روکا گیا ہے ان سے پرہیز کرنا ہی پرہیزگاری ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ پرہیز حرم ہے جیسا کہ کعبہ حرم مکہ ہے۔ کچھ کا قول ہے پرہیزگاری نور قلب ہے جس کی مدد سے مومن حق وباطل میں تمیز کرتا ہے سہل بن عبداللہ، جنید بن محمد، حارث محاسبی اور ابوسعید خرازؒ نے فرمایا، پرہیزگاری کا مطلب ظاہر وباطن کی یکسانیت ہے۔" (48)

خدمت خلق

صوفیہ کی تعلیمات انسانیت کی فلاح وبہبود پر مبنی ہیں۔ تمام الہامی مذاہب تعمیر انسانیت کا درس دیتے ہیں۔ صوفیہ مخلوق کی خدمت کو قرب الہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ شہاب الدین سہروردی نے "عوارف المعارف" میں خدمت خلق کو صوفیہ کا شعار قرار دیا ہے۔ صوفیہ کے اخلاق میں سے حاجت روائی بھی ایک وصف ہے۔ وہ اپنے سرداران طریقت اور دیگر مسلمان بھائیوں کی حاجت روائی کے لیے مالی امداد ہی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اس کے لیے اپنے اثر ورسوخ کو بھی کام میں لاتے ہیں۔ اگر اس جماعت میں کوئی وسیع علم رکھتا ہو اور نفس کے عیوب، اس کی آفات اور خواہشوں کے بارے میں جانتا ہو۔ تو وہ اپنے اثر ورسوخ سے مسلمانوں کی حاجت روائی کرے۔ ان کی ضرورتیں پوری کرے اور اصلاح حال میں ان کی مدد کرے"۔(49)ابونصر سراج الطوسی نے "کتاب اللمع فی التصوف" میں خدمت خلق کے مفہوم کو یوں بیان کیا ہے:

> "جنید بن محمد سے سوال کیا گیا کہ خلق / شفقت سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا کہ خلق خدا پر شفقت یہ ہے کہ وہ جو کچھ

سمجھ سے طلب کرے تو اپنی جانب سے اسے دے اور اسے کسی ایسی ذمہ داری کا پابند نہ کرے کہ جس کا وہ متحمل نہ ہو سکے یا جو اس کی بساط سے باہر ہو۔ نہ ہی تو اس سے اور کچھ کہے جو اس کے علم میں نہ ہو۔(50)

سید صباح الدین فرید الدین گنج شکر کی زندگی میں خدمت خلق کو یوں رقم کرتے ہیں کہ "عبادت و ریاضت کے بعد صرف خلق اللہ کی خدمت ہی کی فکر زیادہ رکھتے تھے۔ کوئی بیمار ہوتا تو اس کے لیے دعا فرماتے تھے۔ زن و شوہر ایک دوسرے سے بچھڑ جاتے تو دونوں کو اپنی کوشش سے پھر ملا دیتے۔ کوئی سرکاری عہدہ دار ظلم کرتا تو اس کو ظلم سے منع کرتے۔ بے قصور کو سزا سے بچاتے، کوئی فسق و فجور میں مبتلا ہوتا تو اس کو صحیح راستے پر لگاتے۔ اس کے اخلاق کو درست کرنے کی کوشش کرتے۔ اصلاح کا طریقہ یہ تھا کہ علیحدہ علیحدہ افراد کو اپنے پاس بلاتے اور اپنی نگاہ مرد مومن سے اس کی تالیف قلب کرتے"۔(51)

حسن خلق

قرآن و سنت کا مطمع نظر اور انبیاء کی بعثت کا مقصد تعمیر اخلاق ہے۔ آپ ﷺ کو اخلاق کا اعلیٰ نمونہ بنا کر مبعوث کیا گیا۔ یوں تعلیمات تصوف میں بھی صوفیہ نے اخلاق انسانیت کو سنوارنے کے لیے اپنی زندگیاں صرف کیں۔ امام قشیری نے "رسالہ قشیریہ" میں خلق کے معانی و مفہوم کی یوں تعلیم دی ہے۔ خلق عظیم یہ ہے کہ اللہ کی خوب معرفت کی وجہ سے نہ خود کسی سے جھگڑے اور نہ اس سے کوئی جھگڑے۔ حضرت حسین بن منصور فرماتے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جب تم حق تعالی کا مطالعہ کر چکے ہو تو اس کے بعد مخلوق کا ظلم تم پر اثر انداز نہ ہو۔ حضرت کتانی فرماتے ہیں تصوف خلق ہے پس جو شخص تم سے خلق میں بلند ہو گا وہ تم سے تصوف میں بلند ہو گا"۔(52)

ابو نصر سراج الطوسی "کتاب اللمع فی التصوف" میں تعلیم اخلاق کے لیے فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کو یوں بیان کرتے ہیں:

> "آپ ﷺ کے باکمال اخلاق اور عفو و حلم کے ثبوت کے لیے صرف فتح مکہ کے دن کا سلوک کافی ہے۔ آپ مکہ میں صلح اور امن کے ساتھ داخل ہوئے۔ جب کہ کفار مکہ نے آپ کے عزیزوں دوستوں کو شہید کیا تھا۔ شعیب ابی طالب میں آپ اور آپ کے اصحاب کو محصور کر کے ہر طرح کا عذاب پہنچایا۔ انہیں ان کے گھروں سے نکالا۔ آپ پر آلودگی پھینکی۔ آپ کو اور آپ کے صحابہ کو اذیتیں دیں۔ آپ کا تمسخر اڑایا آپ کو دھوکہ و فریب دینے میں اکٹھے ہوئے۔"(53)

شہاب الدین سہروردی "عوارف المعارف" میں تعلیم اخلاق کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

> "خندہ روئی اور خندہ پیشانی بھی صوفیہ کرام کے اخلاق میں سے ہے صوفی اگر تنہائی میں ہوتا ہے لوگوں کے سامنے خوش باش اور ہنستے مسکراتے چہرے کے ساتھ آتا ہے۔ تو اس کے دل کے انوار و تجلیات اس کے چہرے پر شگفتہ بن کر جھلکتے ہیں۔ اس کا باطن روحانی منازل سے گزر رہا ہوتا ہے اس پر اللہ کی طرف سے ایسے انعامات اترتے ہیں۔ جن کی بدولت اس کا قلب سرور و مسرت سے لبریز ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے (وجوہ یومئذ مُسفِرَۃٌ ضاحِکَۃ مُستَبشِرَۃٌ(54) اس دن (بہت سے) چہرے ہنستے ہوئے خوش باش ہوں گے"۔(55)

صوفیہ نے اپنی دعوت و تبلیغ کے ذریعے جن اسلامی اقدار کی تعلیم دی وہ حسب ذیل ہیں۔ توکل، شکر، صبر، قناعت، حریت، صدق، نظر و فکر، حلم، یقین، رضا، جود و سخا، تواضع، جہاد۔

مصادر تصوف

رسول اللہ ﷺ کے احوال پر تصوف کی بنیاد رکھی گئی۔ آپ ﷺ کے احوال تعلیمات شریعت کے ثمرات ہیں۔ تصوف قرآن، سنت اور اعمال اصحاب رسول ﷺ سے ماخوذ ہے۔ صوفیہ کا مطمع نظر احکامات شریعت پر کاربند ہو کر اس کے روحانی اثرات کو حاصل کرنا ہے۔ ابو نصر سراج سورۃ آل عمران کی آیت 365 کو درج کر کے اتباع رسول ﷺ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"آیت گزشتہ میں محل تاکید یہ ہے کہ اللہ تعالی نے قسمیہ میں فرمایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو اپنا حکم بنائے بغیر مومن ہو ہی نہیں سکتے۔ اور اگر ان کے دلوں یا ذہنوں میں کسی طرح کی کوئی کجی ناپسندیدگی یا عدم تسلیم کی کیفیت باقی رہی تو وہ دائرہ ایمان سے خارج ہیں۔ چاہے وہ حکم ان کو قتل کرنے کا ہی کیوں نہ ہو۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ اللہ تعالی نے ان کے ایمان سے خارج ہونے کی قسم اٹھائی"۔(56)

شیخ شہاب الدین نے پابندی سنت کی اہمیت کو "عوارف المعارف" میں یوں بیان کیا ہے:

"شیخ ابو نجیب سہر وردی نے اپنے مشائخ سے شیخ ابوسعید الخراز کا یہ فرمان ذکر فرمایا۔ ہمارا علم رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ملا اور گٹھا ہوا ہے کسی شیخ کا قول ہے جس نے اپنے قول و فعل میں اپنے نفس پر سنت نبوی کو حاکم بنایا، اس نے حکمت کے ساتھ بات کی اور جس نے اپنے قول و فعل میں نفسانی خواہشوں کو حاکم کہا اس نے بدعت کے ساتھ بات کی"(57)

صوفیہ اتباع سنت میں عملی نمونہ تھے ابو نصر سراج نے صوفیہ کے ہاں اتباع سنت کی عملی تصویر کو یوں بیان کیا ہے:

"ذوالنون مصری سے پوچھا گیا۔ آپ نے اللہ کو کیسے پہچانا۔ جواب ملا میں نے اللہ کو اللہ ہی کے ذریعے پہچانا اور اللہ کے سوا باقی تمام چیزوں کو رسول اللہ ﷺ کے ذریعے پہچانا۔ سہل بن عبد اللہؒ کہتے ہیں۔ ہر ایسا وجد باطل ہے جس کی سند قرآن و سنت سے نہ ملتی ہو۔ ابو سلیمان وارانی کہتے ہیں اکثر یوں ہوتا ہے کہ کوئی حقیقت میرے دل کو چالیس روز مسلسل کریدتی رہتی ہے مگر میں اسے اس وقت تک قلب میں جگہ نہیں دیتا جب تک وہ حقیقت اپنے ہمراہ قرآن و سنت سے دو گواہ نہ لے آئے"۔(58)

تصوف کا مقصد شریعت کے سوا کچھ نہیں۔ اس حقیقت کو امام قشیری نے بیان کیا ہے کہ "شریعت عبودیت (بندگی) پر قائم رہنے کا حکم دینا شریعت ہے حقیقت ربوبیت کے مشاہدہ کو حقیقت کہتے ہیں۔ پس شریعت کی تائید حقیقت سے نہ ہو۔ وہ غیر مقبول ہے اور جس حقیقت میں شریعت کی قید نہ ہو وہ حقیقت بھی غیر مقبول ہے۔ پس شریعت مخلوق کو مکلف بنانے کے لیے آتی ہے اور حقیقت اس بات کی خبر دیتی ہے کہ اللہ مخلوق میں کس طرح تصرف کرتا ہے۔ پس شریعت یہ ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور حقیقت یہ ہے کہ تم اس کا مشاہدہ کرو۔"(59)

عناصر تصوف

تصوف کے چند عناصر ہیں جن کو اجزاء تصوف کے نام سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ ان میں بیعت، شیخ، مرید اور خانقاہ شامل ہیں۔ ان میں سے اول بیعت ہے، بیعت انفرادی اور اجتماعی، اطاعت امیر اور اطاعت شیخ دونوں سنت رسول ﷺ ہیں۔

بیعت

کسی شخص کو اپنا رہنما تسلیم کرنا اور کسی منزل کے حصول کے لیے اپنی مرضی اور اختیارات اس کے سپرد کر دینا۔ آپ ﷺ نے ریاست کی

اطاعت اور امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کے لیے بیعت لی ہے۔ اصطلاح تصوف میں بیعت کسی انسان کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر توبۃ النصوح کرنااور شریعت پر پابند رہنے کا وعدہ کرنے کانام بیعت کہلاتا ہے۔ محمد اجمل خان مصطفائی نے تصوف کا مکمل انسائیکلوپیڈیا میں بیعت کے مفہوم یہ ہے کہ تصوف کی اصطلاح میں جب کوئی مسلمان کسی ولی اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر تجدید ایمان اور توبہ ورجوع الی اللہ کا عہد کرتا ہے اور خود کو تذکیہ نفس اور تصفیہ باطن کے لیے مرشد کے سپرد کرتا ہے تاکہ قرب الٰہی کی منازل طے کرسکے۔ تو اس عمل کو بیعت کانام دیا جاتا ہے۔"(60)

ضرورت بیعت

شیخ شہاب الدین سہروردی "عوارف المعارف" میں ضرورت بیعت کے متعلق صوفیہ کے اقوال کو نقل کیا ہے۔ حضرت ابو یزید کا ارشاد گرامی ہے جس کا کوئی رہبر نہ ہو اس کا رہبر شیطان ہوتا ہے۔ حضرت ابوالقاسم قشیری نے اپنے شیخ ابو علی الدقاق سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کوئی پودا جو باغباں کے بغیر نشوونما پائے اس میں پتے تو نکل آتے ہیں مگر اس میں پھل نہیں آتا حقیقت میں ایسا ہی ہوتا ہے جیسا انہوں نے فرمایا یہ ممکن ہے کہ اس سے پھل بھی آجائے جیسا کہ پہاڑی اور جنگلی درختوں پر پھل آجاتا ہے لیکن اس کا ذائقہ اس پھل کی طرح نہیں ہوتا جیسا کہ باغوں کے پھلوں کا ہوتا ہے۔"(61)

شیخ

راہ سلوک کی منزل کو طے کروانے والے رہنما کو شیخ و مرشد کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ موصوف کو کن خصائل و عادات سے متصف ہونا ضروری ہے۔ اس کے لیے امر بالمعروف و نھی عن المنکر پر عمل پیرا ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ یعنی وہ تقوی کے لباس میں مزین ہو۔ امام قشیری "رسالہ قشیریہ" میں شیخ کے اوصاف کو یوں بیان کرتے ہیں کہ "ولی ہونے کے لیے دونوں وصف ضروری ہیں۔ اور اللہ خوشی اور غم دونوں حالتوں میں اس کی حفاظت کرتا ہے۔ ولی کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ محفوظ ہو۔ جس طرح نبی کے لیے معصوم ہونا شرط ہے پس جس شخص پر شریعت کی رو سے اعتراض پایا جاتا ہو اسے شیطان نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے"۔(62)

صوفی کے لیے چند آداب و شرائط ہیں جن کے بغیر صوفی مسند ولایت پر متمکن نہیں ہو سکتا۔ ابو نصر سراج الطوسی نے حضرت حسن بصری کے حوالے سے ان آداب کا ذکر کیا ہے۔ "حضرت حسن بصری سے پوچھا گیا کہ وہ کون سے آداب ہیں جن کے ذریعے بندہ اس دنیا میں فائدہ اٹھا سکے اور آخرت کے روز اللہ سے قریب تر ہو سکے۔ آپ نے کہا دین کی سمجھ حاصل کرنا۔ کیوں کہ یہ سیکھنے والوں کو اللہ کی طرف لے جاتا ہے اور دنیا سے کنارہ کشی کرنا کہ یہ بندے کو رب سے قریب کر دیتی ہے۔ اور ایمان کامل سے اللہ کی معرفت حاصل کرنا"۔ (63)

آداب مرید

جو شخص صدق قلب کے ساتھ کسی کامل شیخ کے ہاتھ پر بیعت توبہ کی ارادت کرے اسے مرید کہتے ہیں۔ عناصر تصوف میں مرید کو بنیادی عنصر کی حیثیت حاصل ہے۔ شیخ اور مرید کے درمیان ایک روحانی رشتہ قائم ہوتا ہے جس سے شیخ مرید کے نفس کا تذکیہ اور قلب کا تصفیہ اور تطہیر روح کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ اسی روحانی رشتے کو شیخ شہاب الدین نے "عوارف المعارف" میں یوں بیان کیا ہے:

> "نفس سے فارغ ہونے کے بعد سالک پھر قلب کی طرف متوجہ ہوتا ہے تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔ اس لیے کہ قلب کا نفس کی طرف میلان ہوتا ہے اور قلب نفس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس وقت شیخ اپنے مریدوں اور طالبان حقیقت کے

نفوس کو بھی اپنے نفس کی مانند سمجھتا ہے کیوں کہ جنسی وجود کے لحاظ سے ان کے نفوس میں شیخ کے نفس میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ ایک دوسری وجہ یہ ہے کہ شیخ و مرید کے درمیان ایک روحانی رشتہ قائم ہوجاتا ہے اس لیے کہ الفت الٰہی دونوں میں موجود ہے یہ الفت دونوں میں قدر مشترکہ ہے۔"(64)

بیعت کے وقت مرید اپنی ذات کو اپنے شیخ کے حوالے کر دیتا ہے اس کے باوجود تصوف میں شیخ محفوظ سمجھا گیا ہے نہ کہ معصوم، لہٰذا امام قشیری نے تعلیم دی کہ مرشد کو معصوم نہ سمجھا جائے۔ مرید کے لیے مناسب نہیں کہ وہ مشائخ کے "معصوم" ہونے کا عقیدہ رکھے۔ بلکہ وہ ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دے اور ان کے بارے میں اچھا گمان رکھے اور اسے جس بات کا حکم دیا جائے اس کے بارے میں اللہ کی حدود کا لحاظ رکھے۔ محمود اور غیر محمود کام میں امتیاز کے لیے اس کا علم کافی ہے"۔(65) مرید صادق کے اوصاف کو ابو نصر سراج الطوسی نے ابو سعید خراز کے حوالے سے یوں بیان کیا ہے:

"ابو سعید خراز نے فرمایا، ایک مخلص مودب مرید کی یہ علامت ہے کہ محبت، شفقت، مہربانی اور سخاوت اس پر غالب ہوتی ہے وہ اللہ کے بندوں اور جملہ مخلوق کے مصائب کو ان سے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ خلق خدا کے لیے زمین کی مانند ہوتا ہے جس پر لوگ دوڑتے پھرتے ہیں۔ اپنے شیخ کے ایک صالح ترین فرزند کی طرح ہوتا ہے۔ بچوں کے لیے شفیق باپ ہوتا ہے الغرض ساری مخلوق کے ساتھ اس کا رویہ قدرتی اور محبت میں رچا ہوا ہوتا ہے"۔(66)

خانقاہ

خانقاہ کے لیے زاویہ، تکیہ اور رباط کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ لفظ خانقاہ دو لفظوں سے مل کر بنا ہے۔ خانہ + قاہ۔ خانہ کا مطلب گھر اور قاہ کا مطلب عبادت یا دعا، اس طرح خانقاہ کا مطلب عبادت کا گھر ہے۔ صوفیانہ معاشرت میں پہلی خانقاہ ابوہاشم الصوفی نے رملہ میں تعمیر کی۔ عبدالرحمن جامی نے "نفحات الانس" میں بروایت امام سفیان ثوری یوں رقم کیا ہے۔" امام سفیان ثوری فرماتے ہیں جب تک میں نے ابوہاشم الصوفی کو نہ دیکھا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ صوفی کون ہوتے ہیں۔ اگرچہ آپ سے پہلے ایسے بہت سے بزرگ گزر چکے ہیں جو زہد وورع اور طریق توکل و محبت میں صاحبان کمال تھے۔ لیکن یہ وصف خصوصی آپ ہی کو حاصل ہوا۔ کہ آپ کو سب سے پہلے صوفی کہا گیا۔ جب کہ آپ سے پہلے کسی کو اس نام سے موسوم نہیں کیا گیا تھا۔ اور اسی طرح سب سے پہلے صوفیہ کے لیے آپ ہی نے "رملہ" میں "خانقاہ" تعمیر فرمائی"۔(67)

خانقاہ کی اہل صفہ سے مشابہت

خانقاہ کو اہل صفہ کی مشابہت پر تعمیر کیا گیا ہے مقصد تقویٰ کا حصول اور تذکیہ نفس ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے خانقاہ کی اہل صفہ سے مشابہت کو یوں بیان کیا ہے۔"جس طرح ہر جماعت کا کوئی نہ کوئی گھر ہوتا ہے اسی طرح صوفیہ کی خانقاہ ان کا گھر ہے اس لیے وہ اہل صفہ کے مشابہ ہیں۔ اس مشابہت کا ثبوت اس حدیث شریف سے ملتا ہے جو حضرت ابو ذر نے حضرت طلحہ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں جب کوئی آدمی باہر سے مدینہ منورہ میں آتا اور یہاں اس کا کوئی جاننے والا ہوتا تو وہ اس کے ہاں قیام کرتا۔ اور اگر اس کا جان پہچان والا کوئی نہ ہوتو وہ صفہ پر آجاتا۔ مجھے اہل صفہ کے ساتھ قیام کرنے کا اتفاق ہوا تھا۔"(68)

خانقاہ کا کردار

خانقاہ کی تعمیر کا مقصد عبادت الٰہی ہے۔ جس طرح مجاہد سرحدوں پر کھڑے ہو کر لوگوں کی حفاظت کرتا ہے یوں ہی صوفی خانقاہ میں عبادت و

ریاضت کے ذریعے شہروں کی حفاظت کرتا ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے خانقاہ کے بنیادی کردار کو یوں بیان کیا ہے۔ لغت میں رباط اس جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں گھوڑے باندھے جاتے ہیں۔ یعنی اصطبل پھر یہ لفظ ان سرحدوں کے لیے کفار بولا جانے لگا۔ جو مسلمانوں کے ملک اور کفار کے ملک بیچ میں فرق کرتی ہے۔ اور قوم یا محافظ (سپاہی) جن کی حفاظت کرتے ہیں۔ لہٰذا جس طرح سرحد کی حفاظت کرنے والا فوجی اپنے ملک کی حفاظت کرتا ہے اسی طرح جو شخص خانقاہ نشین ہے وہ رباط میں رہتا ہے اور شہروں سے بلاؤں کو دفع کرتا ہے"۔(69)

حاصل بحث

قرآن و سنت کے دلائل اور محققین کے تجزیاتی مطالعہ سے عیاں ہوا کہ نظریاتی تصوف کی بنیادیں نظریہ اسلام پر استوار ہیں۔ تصوف کا سلسلہ ارتباط تاجدار ختم نبوت تک متصل ہے۔ اس کے پہلو سائنسی، تاریخی، سماجی، معاشرتی، نظریاتی اور علمی و فکری جہات ہیں۔ دبستان حدیث و فقہ کی طرح اس کے سلاسل اربعہ قوی ہیں۔ احوال صحابہ کے اعتبار سے عبادت الٰہی میں لذت و علاوت اور خدمت خلق تعمیر انسانیت کے تناظر میں تصوف کے مقاصد جلیلہ ہیں۔ تذکیہ نفس، تصفیہ قلب اور تطہیر روح اس کے انفسی موضوعات ہیں۔ دیگر علوم کی طرح اس کی اصطلاحات اور شطحیات اسرار و رموز کے لیے وضع کی گئی ہیں۔ احوال و مقامات صوفیہ جستجو حقیقت کی خبر دیتے ہیں۔ تعلیمات صوفیہ نبوت کی خاصیت فقر کی آئنہ دار ہے۔ مصادر تصوف قرآن و سنت پر مبنی ہیں اور عناصر تصوف مرید شیخ اور خانقاہ سے مرکب ہے۔ یوں تصوف دیگر علوم کی طرح بطور علم اپنی حیثیت عیاں کرتی ہے۔

****

حوالہ جات

1۔ الاحزاب 36 پارہ 22

2۔ النور 63 پارہ 18

3۔ الجن 23 پارہ 29

4۔ حجاج، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکہ مکرمہ، سن اشاعت 1417ھ، رقم الحدیث 160

5۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، مکتبہ دارالسلام، الریاض، الطبعۃ الثانیۃ، سن اشاعت 1999ء، رقم الحدیث 7280، ص 1252

6۔ الطبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الاوسط، دارالحرمین، القاہرہ، سن اشاعت 1415ھ، جلد 9 ص 169

7۔ ابوداود، سلیمان بن اشعث، السنن ابوداود، مطبوعہ القاہرہ، رقم الحدیث 322، ص 525

8۔ ایضاً۔ ص 513-514

9۔ کیلانی، عبدالرحمن، آئینہ پرویزیت، مکتبہ اسلام، لاہور، سن اشاعت 2014، ص 569

10۔ عینی، عمدۃ القاری، جلد 1 ص 40

11۔ سہیلی، عبدالرحمن، الروض الانف، مطبوعہ مکتبہ فارقیہ، ملتان، سن ندارد، جلد 1 ص 153-54

12۔ الشوریٰ 51 پارہ 25

13۔ الشعرا 192-94 پارہ 19

14۔ النجم 12-13 پارہ 27

15۔ المزمل 5 پارہ 29

16۔ النجم 9-10 پارہ 27

17۔ اعراف157پارہ9

18۔ البقرہ238پارہ2

19۔ النسآء101پارہ5

20۔ المعارج24-25پارہ29

21۔ الجمعہ 11-9پارہ28

22۔ المائدہ58پارہ6

23۔ التوبہ84پارہ10

24۔ المائدہ4پارہ6

25۔ علق4-5پارہ30

26۔ الفتح27پارہ28

27۔ البقرہ پارہ180پارہ2

28۔ النسآء11۔پارہ4

29۔ الانفال7پارہ9

30۔ النسآء165پارہ6

31۔ بنی اسرائیل15پارہ15

32۔ الحشر7پارہ28

33۔ النسآء80پارہ5

24۔ النور54پارہ18

35۔ التحریم3پارہ28

36۔ الحشر5پارہ28

37۔ الاحزاب37پارہ22

38۔ البقرہ143پارہ2

39۔ کیلانی، آئینہ پرویزیت، ص566

40۔ ایضاً

41۔ ایضاً

42۔ الشوری51پارہ25

43۔ پرویز، غلام احمد، تصوف کی حقیقت، ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ، لاہور، سن اشاعت2008، ص52

44۔ ابوداود، سلیمان بن اشعث، السنن ابوداود، مطبوعہ القاہرہ، رقم الحدیث4604، ص651

45۔ عظیم آبادی، شمس الحق، عون المعبود شرح سنن ابوداود، نشرالسنہ، ملتان، سن ندارد، جلد4ص329

46۔ الشوکانی، محمد بن علی، ارشاد الفحول، مکتبہ مصطفی الحلبی واوراده، مصر الطبعۃ الاولی، سن اشاعت1356، ص31

47۔ غازی، انکار حدیث کا نیا روپ، ص90

48۔ ترمذی، محمد عیسی، سنن ترمذی، مطبوعہ مطبعتہ بولاق، قاہرہ، سن اشاعت1295ھ، رقم الحدیث2664

49۔ پرویز، تصوف کی حقیقت، ص236

50۔ ایضاً، ص53

51۔ پرویز، غلام احمد، شاہکار رسالت، طلوع اسلام ٹرسٹ، لاہور، سن اشاعت 2007، ص 41

52۔ پارہ30، الشمس 8

53۔ سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، مطبوعہ فرید بک سٹال، لاہور، سن اشاعت 2012، جلد دوئم، ص767

54۔ تفتازانی، مسعود، شرح عقائد نسفی، مطبوعہ منشورات الشریف، الرضی ایران، سن اشاعت 1409، ص18

55۔ مریم 25-26 پارہ 19

56۔ قصص 7 پارہ 20

57۔ الشوریٰ 51 پارہ 25

58۔ مریم 11 پارہ 16

59۔ النحل 68 پارہ 14

60۔ الانعام 112 پارہ 8

61۔ آل عمران 42 پارہ 3

62۔ حم السجدہ 30-31 پارہ 24

63۔ رازی، محمد بن عمر، تفسیر کبیر، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، سن اشاعت 1419ھ، جلد 4، ص108

64۔ ڈاکٹر، خالد محمود، آثار الاحسان، دارالمعارف، اردو بازار، لاہور، سن اشاعت 2017، جلد 2، ص117

65۔ پرویز، تصوف کی حقیقت، ص22

66۔ بقرہ 129۔ پارہ 1

67۔ الشافعی، محمد ادریس، الرسالۃ، دارالتراث، القاہرہ، سن اشاعت 1358ھ، ص78

68۔ سورہ نحل 44 پارہ 14

69۔ خطیب، بغدادی، احمد بن علی، الکفایۃ فی علم الروایۃ، مطبوعہ دائرۃ المعارف، حیدر آباد، سن اشاعت 1357ھ، ص18